

کر دیا تھا جو ان کو اچھی باتوں کا حکم دیا کرتے تھے۔ (تاریخ ابن کثیر، ج ۲، ص ۵۵) چنانچہ حضرت یحییٰ و حضرت زکریا علیہما السلام کی شہادت بھی اسی سلسلے کی کڑیاں ہیں۔

حضرت یحییٰ علیہ السلام کی شہادت: ابن عساکر نے ”المستقصیٰ فی فضائل الاقصیٰ“ میں حضرت یحییٰ علیہ السلام کی شہادت کا واقعہ اس طرح تحریر فرمایا ہے کہ دمشق کے بادشاہ ”حداد بن حداد“ نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دی تھیں۔ پھر وہ چاہتا تھا کہ بغیر حلالہ اس کو واپس کر کے اپنی بیوی بنا لے۔ اس نے حضرت یحییٰ علیہ السلام سے فتویٰ طلب کیا تو آپ نے فرمایا کہ وہ اب تم پر حرام ہو چکی ہے اس کی بیوی کو یہ بات سخت ناگوار گزری اور وہ حضرت یحییٰ علیہ السلام کے قتل کے درپے ہو گئی۔ چنانچہ اس نے بادشاہ کو مجبور کر کے قتل کی اجازت حاصل کر لی اور جب کہ وہ ”مسجد جبرون“ میں نماز پڑھ رہے تھے بحالت سجدہ ان کو قتل کر دیا اور ایک طشت میں ان کا سر مبارک اپنے سامنے منگوا لیا۔ مگر کٹا ہوا سر اس حالت میں بھی یہی کہتا رہا کہ ”تو بغیر حلالہ کرائے بادشاہ کے لئے حلال نہیں“ اور اسی حالت میں اس پر خدا کا یہ عذاب نازل ہو گیا وہ عورت، سر مبارک کے ساتھ زمین میں دھنس گئی۔ (البدایہ والنہایہ، ج ۲، ص ۵۵)

حضرت زکریا علیہ السلام کا مقتل: یہودیوں نے جب حضرت یحییٰ علیہ السلام کو قتل کر دیا تو پھر ان کے والد ماجد حضرت زکریا علیہ السلام کی طرف یہ ظالم لوگ متوجہ ہوئے کہ ان کو بھی شہید کر دیں۔ مگر جب حضرت زکریا علیہ السلام نے یہ دیکھا تو وہاں سے ہٹ گئے اور ایک درخت کے شکاف میں روپوش ہو گئے۔ یہودیوں نے اس درخت پر آ چلا دیا۔ جب آ کر حضرت زکریا علیہ السلام پر پہنچا تو خدا کی وحی آئی کہ خبردار اے زکریا! اگر آپ نے کچھ بھی آہ و زاری کی تو ہم پوری روئے زمین کو تہ و بالا کر دیں گے۔ اور اگر تم نے صبر کیا تو ہم بھی ان یہودیوں پر اپنا عذاب نازل کر دیں گے۔ چنانچہ حضرت زکریا علیہ السلام نے صبر کیا اور ظالم

یہودیوں نے درخت کے ساتھ ان کے بھی دو ٹکڑے کر دیئے۔ (تاریخ ابن کثیر، ج ۲، ۵۲)

اس میں اختلاف ہے کہ حضرت یحییٰ علیہ السلام کی شہادت کا واقعہ کس جگہ پیش آیا؟ پہلا قول

یہ ہے کہ ”مسجد جبرون“ میں شہادت ہوئی۔ مگر حضرت سفیان ثوری نے شمر بن عطیہ سے یہ قول

نقل کیا ہے کہ بیت المقدس میں ہیکل سلیمانی اور قربان گاہ کے درمیان آپ شہید کئے گئے جس

جگہ آپ سے پہلے ستر انبیاء علیہم السلام کو یہودی قتل کر چکے تھے۔ (تاریخ ابن کثیر، ج ۲، ص ۵۵)

بہر حال یہ سب کو مسلم ہے کہ یہودیوں نے حضرت یحییٰ علیہ السلام کو شہید کر دیا اور جب

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ان کی شہادت کا حال معلوم ہوا تو آپ نے علی الاعلان اپنی دعوت

حق کا وعظ شروع کر دیا اور بالآخر یہودیوں نے آپ کے قتل کا بھی منصوبہ بنا لیا۔ بلکہ قتل کے

لئے آپ کے مکان میں ایک یہودی داخل بھی ہو گیا۔ مگر اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایک بدلی بھیج کر

آسمان پر اٹھالیا جس کا مفصل واقعہ ہماری کتاب ”عجائب القرآن“ میں مذکور ہے۔

درسِ ہدایت:- حضرت یحییٰ اور حضرت زکریا علیہما السلام کی شہادت کے واقعات اور

حالات سے اگرچہ حقیقت میں نگاہیں بہت سے نتائج حاصل کر سکتی ہیں۔ تاہم چند باتیں

خصوصی طور پر قابل توجہ ہیں:

{ ۱ } دنیا میں ان یہودیوں سے زیادہ شقی القلب اور بد بخت کوئی اور نہیں ہو سکتا جو حضرات

انبیاء علیہم السلام کو ناحق قتل کرتے تھے۔ حالانکہ یہ برگزیدہ اور مقدس ہستیاں نہ کسی کو ستاتی تھیں

نہ کسی کے مال و دولت پر ہاتھ ڈالتی تھیں بلکہ بغیر کسی اجرت و عوض کے لوگوں کی اصلاح کر کے

نہیں فلاح و سعادت دارین کی عزتوں سے سرفراز کرتی تھیں۔ چنانچہ حضرت ابو عبیدہ صحابی

رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ قیامت کے دن سب

سے بڑے اور زیادہ عذاب کا مستحق کون ہوگا؟ تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ

رَجُلٌ قَتَلَ نَبِيًّا أَوْ مَنَ أَمَرَ بِالْمَعْرُوفِ وَنَهَى عَنِ الْمُنْكَرِ .

وہ شخص جو کسی نبی کو یا ایسے شخص کو قتل کرے جو بھلائی کا حکم دیتا ہو اور برائی سے روکتا ہو۔

(تفسیر ابن کثیر، ج ۲، ص ۲۲، پ ۳، آل عمران: ۲۱)

بہر حال ظالم یہودیوں نے اپنی شقاوت سے خدا کے نبیوں کے ساتھ جو ظالمانہ سلوک کیا اور جس بے دردی کے ساتھ ان مقدس نفوس کا خون بہایا اقوام عالم میں اس کی مثال نہیں مل سکتی۔ اس لئے خداوند قہار و جبار نے اپنے قہر و غضب سے ان ظالموں کو دونوں جہان میں ملعون کر دیا۔ لہذا ہر مسلمان پر لازم ہے کہ ان ملعونوں سے ہمیشہ نفرت و دشمنی رکھے۔

{ ۲ } بنی اسرائیل چونکہ مختلف قبائل میں تقسیم تھے اس لئے ان کے درمیان ایک ہی وقت میں متعدد نبی اور پیغمبر مبعوث ہوتے رہے اور ان سب نبیوں کی تعلیمات کی بنیاد حضرت موسیٰ علیہ السلام کی کتاب توریت ہی رہی اور ان سب انبیاء کرام علیہم السلام کی حیثیت حضرت موسیٰ علیہ السلام کے نائبین کی رہی۔

{ ۳ } علماء کرام کو اپنی زندگی کی آخری سانس تک حق پر ڈٹ کر اُس کی تبلیغ کرتے رہنا چاہئے اور حق کے معاملہ میں اپنی جان کی بھی پرواہ نہیں کرنی چاہئے۔ جیسا کہ آپ نے پڑھ لیا کہ سرکٹ جانے کے بعد بھی حضرت یحییٰ علیہ السلام کے کٹے ہوئے سر سے یہی آواز آتی رہی کہ تین طلاقوں کے بعد بغیر حلالہ کرائے ہوئے عورت سے اس کا شوہر دوبارہ نکاح نہیں کر سکتا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

﴿ ۱۷ ﴾ منافقوں کی ایک سازش

جنگ اُحد کا مکمل اور مفصل بیان تو ہم اپنی کتاب ”سیرۃ المصطفیٰ ﷺ“ میں تحریر کر چکے ہیں مگر ہم یہاں تو صرف منافقوں کی ایک خطرناک سازش کا ذکر کر رہے ہیں جو جنگ اُحد کے دن ان بد بختوں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف کی تھی۔ جس پر قرآن مجید نے روشنی ڈالی ہے اور جو بہت ہی قابل عبرت اور نہایت ہی نصیحت آموز ہے اور وہ یہ ہے کہ

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ سے باہر جنگ کے لئے نکلے تو ایک ہزار کا لشکر پرچم نبوت کے نیچے تھا۔ اس لشکر میں تین سو منافقین بھی عبداللہ بن ابی کی سرکردگی میں ہم رکاب تھے۔ منافقین پہلے ہی کفار مکہ کے ساتھ یہ سازش کر چکے تھے کہ مخلص مسلمانوں کو بزدل بنانے کے لئے یہ طریقہ اختیار کریں گے کہ شروع میں مسلمانوں کے لشکر کے ساتھ نکلیں گے پھر مسلمانوں سے کٹ کر مدینہ واپس آ جائیں گے۔ چنانچہ منافقوں کا سردار یہ بہانہ بنا کر لشکر اسلام سے کٹ کر جدا ہو گیا کہ جب محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ہم تجربہ کاروں کی بات نہیں مانی کہ مدینہ میں رہ کر مدافعتانہ جنگ کرنی چاہئے بلکہ الٹا جو انوں کی بات مان کر مدینہ سے نکل پڑے تو ہم کو کیا ضرورت ہے کہ ہم اپنی جانوں کو ہلاکت میں ڈالیں۔ مگر الحمد للہ عزوجل! کہ منافقوں کا مقصد پورا نہیں ہوا کیونکہ مخلص مسلمانوں پر ان لوگوں کے لشکر اسلام سے جدا ہو جانے کا مطلق کوئی اثر نہیں پڑا۔ البتہ مسلمانوں کے دو قبیلے ”بنو سلمہ“ و ”بنو حارثہ“ میں کچھ تھوڑی سی بددلی اور بزدلی پیدا ہو چکی تھی مگر مخلص مسلمانوں کے جوش جہاد کو دیکھ کر ان دونوں قبیلوں کی بھی ہمت بلند ہو گئی اور یہ لوگ بھی ثابت قدم رہ کر پورے جاں نثارانہ جذبات سرفروشی کے ساتھ مشرکین کے دل بادل لشکروں سے ٹکرا گئے اور آخری دم تک پرچم نبوت کے زیر سایہ مشرکوں سے جنگ کرتے رہے اس واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا کہ

وَإِذْ غَدَوْتَ مِنْ أَهْلِكَ تُبَوِّئُ الْمُؤْمِنِينَ مَقَاعِدَ لِلْقِتَالِ وَاللَّهُ سَبِّحُ عَلَيْهِمُ ۖ إِذْ هَمَّتْ ظَافِقُنْ مِنْكُمْ أَنْ تَفْشَلُوا وَاللَّهُ وَلِيُّهُمَا ۗ وَعَلَى اللَّهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُونَ ﴿۱۲۲﴾ (پ ۴، آل عمران: ۱۲۱ - ۱۲۲)

ترجمہ کنزالایمان:- اور یاد کرو اے محبوب جب تم صبح کو اپنے دولت خانہ سے برآمد ہوئے مسلمانوں کو لڑائی کے مورچوں پر قائم کرتے اور اللہ سنتا جانتا ہے جب تم میں کے دو گروہوں کا ارادہ ہوا کہ نامردی کر جائیں اور اللہ ان کا سنبھالنے والا ہے اور مسلمانوں کو اللہ ہی

پر بھروسہ چاہئے۔

الغرض جنگ اُحد میں منافقوں کی یہ خطرناک سازش اور خوفناک تدبیر بالکل ناکام ہو کر رہ گئی اور بحمد اللہ عز و جل اگرچہ ستر مسلمانوں نے جام شہادت نوش کیا لیکن آخر میں فتح مبین نے پیغمبر کے قدم نبوت کا بوسہ لیا اور مشرکین ناکام ہو کر میدانِ جنگ چھوڑ کر اپنے گھروں کو چلے گئے اور پرچم اسلام بلند ہی رہا۔

درسِ ہدایت :- اس واقعہ سے سبق ملتا ہے کہ اگر مومنین اخلاصِ نیت کے ساتھ متحد ہو کر میدانِ جنگ میں کافروں کے ساتھ جواں مردی اور اولوالعزمی کے ساتھ جہاد میں ڈٹے رہیں تو منافقوں اور کافروں کی ہر سازش و تدبیر کو خداوند قدوس ناکام بنا دیتا ہے مگر یہ حقیقت بڑی ہی صداقت مآب ہے کہ

برائے فتح پہلی شرط ہے ثابت قدم رہنا
جماعت کو بہم رکھنا، جماعت کا بہم رہنا

﴿ ۱۸ ﴾ حضرت الیاس علیہ السلام

یہ حضرت حزقیل علیہ السلام کے غلیفہ اور جانشین ہیں۔ بیشتر مؤرخین کا اس پر اتفاق ہے کہ حضرت الیاس علیہ السلام حضرت ہارون علیہ السلام کی نسل سے ہیں اور ان کا نسب نامہ یہ ہے۔ الیاس بن یاسین بن فحاس بن عیزار بن ہارون علیہ السلام۔ حضرت الیاس علیہ السلام کی بعثت کے متعلق مفسرین و مؤرخین کا اتفاق ہے کہ وہ شام کے باشندوں کی ہدایت کے لئے بھیجے گئے اور ”بلعبک“ کا مشہور شہر ان کی رسالت و ہدایت کا مرکز تھا۔

ان دنوں ”بلعبک“ شہر پر ”ارجب“ نامی بادشاہ کی حکومت تھی جو ساری قوم کو بت پرستی پر مجبور کئے ہوئے تھا اور ان لوگوں کا سب سے بڑا بت ”بلعل“ تھا جو سونے کا بنا ہوا تھا اور بیس گز لمبا تھا اور اس کے چار چہرے بنے ہوئے تھے اور چار سو خدام اس بت کی خدمت کرتے تھے

جن کو ساری قوم بیٹوں کی طرح مانتی تھی اور اس بت میں سے شیطان کی آواز آتی تھی جو لوگوں کو بت پرستی اور شرک کا حکم سنایا کرتا تھا۔ اس ماحول میں حضرت الیاس علیہ السلام ان لوگوں کو توحید اور خدا پرستی کی دعوت دینے لگے مگر قوم ان پر ایمان نہیں لائی۔ بلکہ شہر کا بادشاہ ”ارجب“ ان کا دشمن جاں بن گیا اور اس نے حضرت الیاس علیہ السلام کو قتل کر دینے کا ارادہ کر لیا۔ چنانچہ آپ شہر سے ہجرت فرما کر پہاڑوں کی چوٹیوں اور غاروں میں روپوش ہو گئے اور پورے سات برس تک خوف و ہراس کے عالم میں رہے اور جنگی گھاسوں اور جنگل کے پھولوں اور پھلوں پر زندگی بسر فرماتے رہے۔ بادشاہ نے آپ کی گرفتاری کے لئے بہت سے جاسوس مقرر کر دیئے تھے۔ آپ نے مشکلات سے تنگ آ کر یہ دعا مانگی کہ الہی! مجھے ان ظالموں سے نجات اور راحت عطا فرما تو آپ پر وحی آئی کہ تم فلاں دن فلاں جگہ پر جاؤ اور وہاں جو سواری ملے بلا خوف اس پر سوار ہو جاؤ۔ چنانچہ اس دن اس مقام پر آپ پہنچے تو ایک سرخ رنگ کا گھوڑا کھڑا تھا۔ آپ اس پر سوار ہو گئے اور گھوڑا چل پڑا تو آپ کے چچا زاد بھائی حضرت ”الیسع“ علیہ السلام نے آپ کو پکارا اور عرض کیا کہ اب میں کیا کروں؟ تو آپ نے اپنا کمر ان پر ڈال دیا۔ یہ نشانی تھی کہ میں نے تم کو بنی اسرائیل کی ہدایت کے لئے اپنا خلیفہ بنا دیا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے آپ کو لوگوں کی نظروں سے اوجھل فرما دیا اور آپ کو کھانے اور پینے سے بے نیاز کر دیا اور آپ کو اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کی جماعت میں شامل فرما لیا اور حضرت الیسع علیہ السلام نہایت عزم و ہمت کے ساتھ لوگوں کی ہدایت کرنے لگے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ہر دم ہر قدم پر ان کی مدد فرمائی اور بنی اسرائیل آپ پر ایمان لائے اور آپ کی وفات تک ایمان پر قائم رہے۔

حضرت الیاس کے معجزات :- اللہ تعالیٰ نے تمام پہاڑوں اور حیوانات کو آپ کے لئے مسخر فرما دیا اور آپ کو ستر انبیاء کی طاقت بخش دی۔ غضب و جلال اور قوت و طاقت میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ہم پلہ بنا دیا۔ اور روایات میں آیا ہے کہ حضرت الیاس اور حضرت

خضر علیہا السلام ہر سال کے روزے بیت المقدس میں ادا کرتے ہیں اور ہر سال حج کے لئے مکہ مکرمہ جایا کرتے ہیں اور سال کے باقی دنوں میں حضرت الیاس علیہ السلام تو جنگلوں اور میدانوں میں گشت فرماتے رہتے ہیں اور حضرت خضر علیہ السلام دریاؤں اور سمندروں کی سیر فرماتے رہتے ہیں اور یہ دونوں حضرات آخری زمانے میں وفات پائیں گے جب کہ قرآن مجید اٹھالیا جائے گا۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک حدیث مروی ہے کہ ہم لوگ ایک جہاد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے تو راستہ میں ایک آواز آئی کہ یا اللہ! توجھ کو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں بنادے جو امت مرحومہ اور مستجاب الدعوات ہے تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ اے انس! تم اس آواز کا پتا لگاؤ تو میں پہاڑ میں داخل ہوا، تو چانک یہ نظر آیا کہ ایک آدمی نہایت سفید کپڑوں میں ملبوس لمبی داڑھی والا نظر آیا جب اس نے مجھے دیکھا تو پوچھا کہ تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہو؟ تو میں نے عرض کیا کہ جی ہاں تو انہوں نے فرمایا کہ تم جا کر حضور سے میرا سلام عرض کرو اور یہ کہہ دو کہ آپ کے بھائی الیاس (علیہ السلام) آپ سے ملاقات کا ارادہ رکھتے ہیں۔ چنانچہ میں نے واپس آ کر حضور سے سارا معاملہ عرض کیا تو آپ مجھ کو ہمراہ لے کر روانہ ہوئے اور جب آپ ان کے قریب پہنچ گئے تو میں پیچھے ہٹ گیا۔ پھر دونوں صاحبان دیر تک گفتگو فرماتے رہے اور آسمان سے ایک دستر خوان اتر پڑا تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مجھے بلا بھیجا اور میں نے دونوں حضرات کے ساتھ میں کھانا کھایا۔ جب ہم لوگ کھانے سے فارغ ہو چکے تو آسمان سے ایک بدلی آئی اور وہ حضرت الیاس علیہ السلام کو اٹھا کر آسمان کی طرف لے گئی اور میں ان کے سفید کپڑوں کو دیکھتا رہ گیا۔

(تفسیر صاوی، ج ۵، ص ۱۷۴۹، پ ۲۳، الصفت: ۱۲۴)

حضرت الیاس اور قرآن :- قرآن مجید میں حضرت الیاس علیہ السلام کا تذکرہ دو

جگہ آیا ہے سورۃ انعام میں اور سورۃ الصّٰفّٰت میں۔ سورۃ انعام میں تو صرف ان کو انبیاء علیہم السلام کی فہرست میں شمار کیا ہے اور سورۃ الصّٰفّٰت میں آپ کی بعثت اور قوم کی ہدایت کے متعلق مختصر طور پر بیان فرمایا ہے۔ چنانچہ سورۃ انعام میں ہے:

وَمَنْ ذُرِّيَّتِهِ دَاوُدَ وَسُلَيْمٰنَ وَأَيُّوبَ وَيُوسُفَ وَمُوسٰى وَهَارُونَ ۚ وَكَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ ﴿٨٤﴾ وَكَرِمْيَا وَيَحْيٰى وَعِيسٰى وَإِلْيَاسَ ۖ كُلٌّ مِّنَ الصّٰلِحِينَ ﴿٨٥﴾ وَإِسْمٰعِيلَ وَإِسْحٰقَ وَيُوسُفَ وَلُوطًا ۖ وَكَلَّا فَضَلْنَا عَلَى الْعٰلَمِينَ ﴿٨٦﴾ (پ ۷، الانعام: ۸۴ تا ۸۶)

ترجمہ کنز الایمان :- اور اس کی اولاد میں سے داؤد اور سلیمان اور ایوب اور یوسف اور موسیٰ اور ہارون کو اور ہم ایسا ہی بدلہ دیتے ہیں نیکوکاروں کو اور زکریا اور یحییٰ اور عیسیٰ اور الیاس کو۔ یہ سب ہمارے قرب کے لائق ہیں۔ اور اسمعیل اور اسحاق اور یونس اور لوط کو اور ہم نے ہر ایک کو اس کے وقت میں سب پر فضیلت دی۔

اور سورۃ الصّٰفّٰت میں اس طرح ارشاد فرمایا کہ

وَإِنَّ إِلْيَاسَ لَمِنَ الْمُرْسَلِينَ ﴿١٣٢﴾ إِذْ قَالَ لِقَوْمِهِ أَلَا تَتَّقُونَ ﴿١٣٣﴾ أَتَدْعُونَ بَعْلًا وَتَذَرُونَ أَحْسَنَ الْخَالِقِينَ ﴿١٣٤﴾ اللَّهُ رَبُّكُمْ وَرَبَّ آبَائِكُمُ الْأَوَّلِينَ ﴿١٣٥﴾ فَكَذَّبُوهُ فَاتَّهُمُ بِمُحْضَرُونَ ﴿١٣٦﴾ إِلَّا عِبَادَ اللَّهِ الْمُخْلَصِينَ ﴿١٣٧﴾ وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي الْآخِرِينَ ﴿١٣٨﴾ سَلَامٌ عَلَى إِبْرَاهِيمَ ﴿١٣٩﴾ وَإِسْحٰقَ وَيُوسُفَ ۚ إِنَّهُمْ عِبَادُنَا الْمُؤْمِنِينَ ﴿١٤٠﴾

(پ ۲۳، الصّٰفّٰت: ۱۲۳ تا ۱۳۲)

ترجمہ کنز الایمان :- اور بیشک الیاس پیغمبروں سے ہے۔ جب اس نے اپنی قوم سے فرمایا:

کیا تم ڈرتے نہیں کیا بعل کو پوجتے ہو اور چھوڑتے ہو سب سے اچھا پیدا کرنے والے اللہ کو جو رب ہے تمہارا اور تمہارے اگلے باپ دادا کا پھر انہوں نے اسے جھٹلایا تو وہ ضرور پکڑے آئیں گے مگر اللہ کے چنے ہوئے بندے اور ہم نے پچھلوں میں اس کی ثناباقی رکھی سلام ہو الیاس پر بیشک ہم ایسا ہی صلہ دیتے ہیں نیکوں کو بیشک وہ ہمارے اعلیٰ درجہ کے کامل الایمان بندوں میں ہے۔

حضرت الیاس علیہ السلام اور ان کی قوم کا واقعہ اگرچہ قرآن مجید میں بہت ہی مختصر مذکور ہے تاہم اس سے یہ سبق ملتا ہے کہ یہودیوں کی ذہنیت اس قدر مسخ ہو گئی تھی کہ کوئی ایسی برائی نہیں تھی جس کے کرنے پر یہ لوگ حریص نہ ہوں باوجودیکہ ان میں ہدایت کے لئے مسلسل انبیاء کرام تشریف لاتے رہے مگر پھر بھی بت پرستی، کواکب پرستی اور غیر اللہ کی عبادت ان لوگوں سے نہ چھوٹ سکی۔ پھر یہ لوگ اعلیٰ درجے کے جھوٹے، بدعہد اور رشوت خور بھی رہے اور اللہ تعالیٰ کے مقدس نبیوں کو ایذا میں دینا اور ان کو قتل کر دینا ان ظالموں کا محبوب مشغلہ رہا ہے۔ بہر حال ان ظالموں کے واقعات سے جہاں ان لوگوں کی بدبختی و کجروی اور مجرمانہ شقاوت پر روشنی پڑتی ہے، وہیں ہم لوگوں کو یہ نصیحت و عبرت بھی حاصل ہوتی ہے کہ اب جب کہ نبوت کا سلسلہ ختم ہو چکا ہے تو ہمارے لئے بے حد ضروری ہے کہ خدا کے آخری پیغام یعنی اسلام پر مضبوطی سے قائم رہ کر یہودیوں کے ظالمانہ طریقوں کی مخالفت کریں اور کفار کی طرف سے پہنچنے والی تکلیفوں اور مصیبتوں پر صبر کر کے خدا کے مقدس نبیوں کے اسوہ حسنہ کی پیروی کریں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

﴿ ۱۹ ﴾ جنگ بدر کی بارش

جنگ بدر کا مفصل حال تو ہم اپنی کتاب ”سیرۃ المصطفیٰ ﷺ“ میں مکمل لکھ چکے ہیں یہاں جنگ بدر میں نصرت الہی نے بارش کی صورت میں جو تجلی فرمائی جس سے میدان جنگ کا نقشہ بھی بدل گیا، اس کا ہم ایک جلوہ دکھا رہے ہیں۔

واقعہ یہ ہوا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تین سو تیرہ صحابہ کرام کی جماعت کو ہمراہ لے کر مقام بدر میں تشریف لے گئے اور بدر کے قریب پہنچ کر مدینہ کی جانب والے رخ ”عدوۃ الدنیا“ پر خیمہ زن ہو گئے اور مشرکین آگے بڑھے تو بدر پہنچ کر مدینہ سے دور مکہ کی جانب والے ”عدوۃ القصویٰ“ پر اترے اور محاذ جنگ کا نقشہ اس طرح بنا کہ مشرکین اور مسلمان بالکل آمنے سامنے تھے مگر مسلمانوں کا محاذ جنگ اس قدر ریت بنا تھا کہ انسانوں اور گھوڑوں دونوں کے قدم ریت میں دھسنے جا رہے تھے اور وہاں چلنا پھرنا دشوار تھا اور مشرکین کا محاذ جنگ بالکل ہموار اور پختہ فرش کی طرح تھا۔ غرض دشمن تعداد میں تین گنے سے زیادہ، سامان جنگ سے پوری طرح مکمل، رسل و رسائل میں ہر طرح مطمئن تھے۔ پھر مزید برآں ان کا محاذ جنگ بھی اپنے محل وقوع کے لحاظ سے نہایت عمدہ تھا۔ ان سہولتوں کے علاوہ پانی کے سب کنوئیں بھی دشمنوں ہی کے قبضے میں تھے۔ اس لئے مسلمانوں کو پانی کی بے حد تکلیف تھی، خود پینے کے لئے کہاں سے پانی لائیں؟ جانوروں کو کیسے سیراب کریں؟ وضو اور غسل کی کیا صورت ہو؟ غرض صحابہ کرام انتہائی فکر مند اور پریشان تھے۔ اس موقع پر شیطان نے مسلمانوں کے دلوں میں وسوسہ ڈال دیا کہ اے مسلمانو! تم گمان کرتے ہو کہ تم حق پر ہو اور تم میں اللہ عز و جل کا رسول بھی موجود ہے اور تم اللہ والے ہو اور حال یہ ہے کہ مشرکین پانی پر قابض ہیں اور تم بغیر وضو و غسل کے نمازیں پڑھتے ہو اور تم اور تمہارے جانور پیاس سے بے تاب ہو رہے ہیں۔

اس موقع پر ناگہاں نصرتِ آسمانی نے اس طرح جلوہ سامانی فرمائی کہ زوردار بارش ہو گئی جس نے مسلمانوں کے لئے ریتیلی زمین کو جما کر پختہ فرش کی طرح ہموار بنا دیا اور نشیب کی وجہ سے حوض نما گڑھوں میں پانی کا ذخیرہ مہیا کر دیا اور دشمنوں کی زمین کو یکچڑ والی دلدل بنا دیا جس پر کافروں کا چلنا پھرنا دشوار ہو گیا اور مسلمان ان پانی کے ذخیروں کی وجہ سے کنوؤں سے بے نیاز ہو گئے اور مسلمانوں کے دلوں سے شیطانی وسوسہ دور ہو گیا اور لوگ مطمئن ہو گئے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اس عجیب و غریب بارش کی منظر کشی ان الفاظ میں فرمائی ہے کہ
 وَيُنَزِّلُ عَلَيْكُمْ مِّنَ السَّمَاءِ مَاءً لِّيُطَهِّرَ كُمْ بِهِ وَيُذْهِبَ عَنْكُم مِّرَجَزَ
 الشَّيْطَانِ وَلِيَرْبِطَ عَلَى قُلُوبِكُمْ وَيُثَبِّتَ بِهِ الْأَقْدَامَ ۝ (پ ۹، الانفال: ۱۱)

ترجمہ کنزالایمان :- اور آسمان سے تم پر پانی اتارا کہ تمہیں اس سے ستھر کر دے اور
 شیطان کی ناپاکی تم سے دور فرما دے اور تمہارے دلوں کی ڈھارس بندھائے اور اس سے
 تمہارے قدم جمادے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے بدر میں اس ناگہانی بارش کے چار فائدے بیان فرمائے ہیں:
 { ۱ } تاکہ جو بے وضو اور بے غسل ہوں وہ وضو اور غسل کر کے پاک و صاف اور ستھرے ہو
 جائیں۔

{ ۲ } مسلمانوں کے دلوں سے شیطانی وسوسہ دور ہو جائے۔

{ ۳ } مسلمانوں کے دلوں کو ڈھارس مل جائے کہ ہم حق پر ہیں اور اللہ تعالیٰ ضرور ہماری مدد
 فرمائے گا۔

{ ۴ } محاذ جنگ کی ریتیلی زمین اس قابل ہو جائے کہ اس پر قدم جم سکیں الغرض جنگ بدر کی یہ
 بارش مسلمانوں کے لئے بارانِ رحمت اور کفار کے لئے سامانِ زحمت بن گئی۔

دوسری ہدایت :- جنگ بدر میں مسلمانوں کو جن مشکل حالات کا سامنا تھا ظاہر ہے کہ عقل
 انسانی عالم اسباب پر نظر کرتے ہوئے اس کے سوا اور کیا فیصلہ کر سکتی تھی کہ وہ اس جنگ کو ٹال
 دیں۔ مگر صادق الایمان مسلمانوں نے اپنے رسول کی مرضی پا کر ہر قسم کی بے سرو سامانی کے
 باوجود حق و باطل کی معرکہ آرائی کے لئے والہانہ اور فداکارانہ جذبات کے ساتھ خود کو پیش کر دیا
 اور نہایت ثابت قدمی اور اولوالعزمی کے ساتھ میدانِ جنگ میں کود پڑے تو اللہ تعالیٰ نے ان
 مسلمانوں کی کس کس طرح امداد و نصرت فرمائی، اس پر ایک نظر ڈال کر خداوندِ قدوس کے فضل

عظیم کی جلوہ سامانیوں کا نظارہ کیجئے اور یہ دیکھئے کہ اللہ تعالیٰ نے اس جنگ میں کس کس طرح مسلمانوں کی مدد فرمائی۔

{ ۱ } مسلمانوں کی نگاہ میں دشمنوں کی تعداد اصل تعداد سے کم نظر آئی تاکہ مسلمان مرعوب نہ ہوں اور مشرکین کی نظروں میں مسلمان مٹھی بھر نظر آئیں تاکہ وہ جنگ سے جی نہ چرائیں اور حق و باطل کی جنگ ٹل نہ جائے۔ (انفال)

{ ۲ } اور ایک وقت میں مسلمان مشرکین کی نظر میں دگنے نظر آئے تاکہ مشرکین مسلمانوں سے شکست کھا جائیں۔ (آل عمران)

{ ۳ } پہلے مسلمانوں کی مدد کے لئے ایک ہزار فرشتے بھیجے گئے۔ پھر فرشتوں کی تعداد بڑھا کر تین ہزار کر دی گئی۔ پھر فرشتوں کی تعداد پانچ ہزار ہو گئی۔ (آل عمران)

{ ۴ } مسلمانوں پر عین معرکہ کے وقت تھوڑی دیر کے لئے غنودگی اور نیند طاری کر دی گئی جس کے چند منٹ بعد ان کی بیداری نے ان میں ایک نئی تازگی اور نئی روح پیدا کر دی۔ (انفال)

{ ۵ } آسمان سے پانی برسا کر مسلمانوں کے لئے ریتیلی زمین کو پختہ زمین کی طرح بنا دیا اور مشرکین کے محاذِ جنگ کی زمین کو کچڑ اور پھسل والی دلدل بنا دیا۔ (انفال)

{ ۶ } نتیجہ جنگ یہ ہوا کہ ذرا دیر میں مشرکین کے بڑے بڑے نامی گرامی پہلوان اور جنگجو شہسوار مارے گئے۔ چنانچہ ستر مشرکین قتل ہوئے اور ستر گرفتار ہو کر قیدی بنائے گئے اور مشرکین کا لشکر اپنا سارا سامان چھوڑ کر میدانِ جنگ سے بھاگ نکلا اور یہ سارا سامان مسلمانوں کو مالِ غنیمت میں مل گیا۔

مسلمان اگرچہ خداوندِ قدوس کی مذکورہ بالا امداد اور اس کے فضل سے فتح یاب ہوئے، تاہم اس جنگ میں چودہ مجاہدین اسلام نے بھی جامِ شہادت نوش کیا۔

یہ واقعہ ہمیں متنبہ کر رہا ہے کہ اگر مسلمان خدا پر بھروسہ کر کے حق و باطل کی جنگ میں ثابت قدمی اور پامردی کے ساتھ ڈٹے رہیں تو تعداد کی کمی اور بے سرو سامانی کے باوجود ضرور خدا کی مدد اتر پڑے گی اور مسلمانوں کو فتح نصیب ہوگی۔ یہ رب العزت کے فضل و کرم کا وہ دستور ہے کہ جس میں ان شاء اللہ تعالیٰ قیامت تک کوئی تبدیلی نہیں ہوگی۔ بس شرط یہ ہے کہ مسلمان نہ بدل جائیں، اور ان کے اسلامی خصائل و کردار میں کوئی تبدیلی نہ ہو۔ ورنہ خدا کا دستور تو نہ بدلا ہے نہ کبھی بدلے گا اس کا وعدہ ہے کہ

فَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّتِ اللَّهِ تَبْدِيلًا ۖ (پ ۲۲، الفاطر: ۴۳)

یعنی ہرگز ہرگز خدا کے دستور میں کوئی رد و بدل نہیں ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

﴿ ۲۰ ﴾ جنگ حنین

فتح مکہ کے بعد مشرکین عرب کی شوکت کا قریب قریب خاتمہ ہو گیا اور لوگ جوق در جوق اسلام میں داخل ہونے لگے۔ یہ دیکھ کر ”ہوازن“ اور ”ثقیف“ کے دونوں قبائل کے سرداروں کا اجتماع ہوا، اور انہوں نے آپس میں مشورہ کیا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اپنی قوم ”قریش“ کو مغلوب کر کے مطمئن ہو گئے ہیں۔ لہذا اب ہماری باری ہے تو کیوں نہ ہم پیش قدمی کر کے حملہ آور ہو کر ان مسلمانوں کا قلع مع کر کے رکھ دیں۔ چنانچہ ہوازن اور ثقیف کے دونوں قبائل نے مالک بن عوف نضری کو اپنا بادشاہ بنا کر مسلمانوں سے جنگ کی تیاری شروع کر دی۔ یہ خبر پا کر ۱۰ شوال ۸ھ مطابق فروری ۶۳۰ء کو دس ہزار مجاہدین و انصار اور دو ہزار مکہ کے نو مسلم اور اسی وہ مشرکین جو اسلام قبول نہ کرنے کے باوجود اپنی خواہش سے مسلمانوں کے رفیق بن گئے۔ کل تقریباً بارہ ہزار آدمیوں کا لشکر ساتھ لے کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ”مقام حنین“ پہنچ گئے۔ جب دشمن کے مقابلہ میں صف آرائی کا وقت آیا تو آپ نے مجاہدین کا پرچم حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیا اور انصار میں بنی خزرج کا علمبردار حضرت حباب بن منذر رضی اللہ تعالیٰ

عنه کو بنایا اور اوس کا جھنڈا حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو عنایت فرمایا اور خود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بہ نفس نفیس بدن پر ہتھیار سجا کر ڈبل زرہ پہن کر اور سر انور پر آہنی ٹوپی رکھ کر اپنے خچر پر سوار ہوئے اور اسلامی فوج کی کمان سنبھال لی۔

مسلمانوں کے دلوں میں اپنے لشکر کی اکثریت دیکھ کر کچھ گھمٹ پیدا ہو گیا یہاں تک کہ بعض لوگوں کی زبان سے بغیر ”ان شاء اللہ“ کہے یہ لفظ نکل گیا کہ آج ہماری قوت کو کوئی شکست نہیں دے سکتا۔ مسلمانوں کا اپنی فوج کی عددی اکثریت اور عسکری طاقت پر بھروسہ کر کے فخر کرنا خداوند تعالیٰ کو پسند نہیں آیا لہذا مسلمانوں پر خدا کی طرف سے یہ تازیانہ عبرت لگا کہ جب جنگ شروع ہوئی تو اچانک دشمن کی ان ٹولیوں نے جو گوریلا جنگ کے لئے پہاڑوں کی مختلف گھاٹیوں میں گھات لگائے بیٹھی تھی اس زور و شور کے ساتھ تیر اندازی شروع کر دی کہ مسلمان تیروں کی بارش سے بدحواس ہو گئے اور اس ناگہانی تیر بارانی کی بوچھاڑ سے ان کی صفیں درہم برہم ہو گئیں اور تھوڑی ہی دیر میں مسلمانوں کے قدم اکھڑ گئے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور چند مہاجرین و انصار کے سوا تمام لشکر میدان جنگ سے فرار ہو گیا۔

اس خطرناک صورت حال اور نازک گھڑی میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے خچر پر سوار برابر آگے بڑھتے چلے جا رہے تھے اور رجز کا یہ شعر بلند آواز سے پڑھ رہے تھے۔

انا النبی لا کذب انا ابن عبدالمطلب

یعنی میں نبی ہوں یہ کوئی جھوٹی بات نہیں، میں عبدالمطلب کا فرزند ہوں۔

بالآخر حضور کے حکم پر حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے با آواز بلند بھاگے ہوئے مسلمانوں کو پکارا اور یا معشر الانصار یا اصحاب بیعة الرضوان کہہ کر لکارا۔ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ لکار اور پکار سن کر تمام جاں نثار مسلمان پلٹ پڑے اور پرچم نبوت کے نیچے جمع ہو کر ایسی جاں نثاری کے ساتھ داد شجاعت دینے لگے کہ دم زدن میں میدان جنگ کا